ٹیلیفون نمبر ۶۶۰۱۵ — العلماء ورثۃ الانبیاء (الوریث) — رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۳۲

بیادگار شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہفت روزہ

ترجمان اسلام

لاہور

نگران اعلیٰ
حضرت مولانا
غلام غوث صاحب
ہزاروی

قیمت بارہ پیسے

جلد ۸ ○ ۲۲ ذیقعد ۱۳۸۴ھ مطابق ۲۶ مارچ ۱۹۶۵ء ○ نمبر ۱۳

ملک کی عظمت

ہمیں خدام الدین کے کسی قاری نے روزنامہ "کوہستان" مورخہ ۱۵ فروری ۱۹۶۵ء کا ایک تراشا ارسال فرمایا ہے۔ جس پر الحمراء (آرٹ کونسل) لاہور میں منعقد ہونے والے ایک ثقافتی شو کی تصویر چھپی ہوئی ہے۔ تصویر ایک ترجمان رقاصہ لباس فاخرہ میں ملبوس اپنے جسم کے مختلف زاویے بنا کر حاضرین سے داد تحسین وصول کر رہی ہے۔ پہلی قطار میں ایک مہمان سربراہ مملکت، عمائدین مملکت خداداد پاکستان کے جلو میں بیٹھے رقاصہ کو داد رقص دے رہے ہیں۔

ہمیں اس بات سے قطعی حیرت نہیں ہوئی کہ رقاصہ نے رقص کیوں کیا اور عمائدین سلطنت نے ثقافتی شو کے نام پر رچائے گئے اس ڈرامے میں کیوں شرکت کی؟ کیونکہ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ آج کل کی اونچی سوسائٹی کا معمول اور مغربی تہذیب کا جزو لاینفک ہے۔ لیکن اس بات کا افسوس اور رنج ضرور ہوا اور ناراحت سے ہماری گردن جھک گئی کہ ایک اسلامی سلطنت کے ارباب بست وکشاد نے ایک معزز مہمان کی تفریح طبع کا یہ ذریعہ کیوں تجویز کیا؟ کیا اس سے اسلامی تہذیب کا کوئی پہلو اجاگر ہوا؟ اسلامی مملکت کی کوئی خدمت ہوئی؟ دین حق کا کوئی فریضہ سرانجام پا گیا؟ مملکت خداداد پاکستان کا وقار دنیا کی نگاہوں میں بلند ہو گیا؟ یا ہمارے معزز مہمان نے رقص و سرود کی اس محفل سے محظوظ ہو کر پاکستان کو کوئی جاگیر یا خصوصی رعایت عطا فرما دی؟ آخر اس سے کون سا دنیوی یا دینی فائدہ ہوا؟ مملکت کی عظمت میں اس کی وجہ سے کون سے چار چاند لگ گئے؟ ہمارے خیال میں دینی فائدہ تو ہرگز کوئی نہیں ہوا۔ البتہ نقصان ضرور ہوا ہے۔ اور دنیوی فائدہ بھی بظاہر کوئی نظر نہیں آتا۔ تو پھر اس ڈرامہ رچانے کا حاصل ہوئے اس کے اور کیا ہے کہ اسراف و تبذیر اور لہو و لعب کا شکار ہو کر اللہ رب العزت کی ناراضگی مول لی جائے۔

ہم موجودہ ماحول کو دیکھ کر یہ بات بھی کبھی زبان قلم پر نہ لائے۔ لیکن اس خیال سے کہ خدانخواستہ ہمیں سرشار نہ ہونا پڑے اور ہم کتمان حق کے مجرم نہ گردانے جائیں۔ چار و ناچار یہ الفاظ ادا کر رہے ہیں۔ مزید برآں یہ مملکت چونکہ اسلام کے نام پر حاصل کی گئی ہے۔ مسلمانوں کے لئے وجود میں آئی ہے۔ اور اس میں کتاب و سنت کے مطابق قوانین نافذ کرنے کے بے شمار وعدے کئے گئے ہیں۔ چنانچہ ضروری ہے کہ اس سلسلے میں شریعت مطہرہ کے احکام کی نشاندہی کر دی جائے۔ قرآن عزیز میں ارشاد ربانی ہے:۔

قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ

ترجمہ:۔ ایمان والوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہ نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کو بھی محفوظ رکھیں۔

لیکن ثقافتی شو میں شریک افراد کی تصویر دیکھنے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اپنی نگاہیں رقاصہ کے چہرے پر گاڑی ہوئی ہیں اور ٹک ٹک دیدم دم نہ کشم کی تصویر بنے ہوئے ہیں۔ پھر رقص و سرود کس اسلام کی تہذیب ہے۔ قرآن عزیز کے کس حکم سے اس کی سند ملتی ہے۔ حدیث پاک میں کہاں اس کا سنت ہونا ثابت ہے۔ اور کون سے فقیہہ نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اسلامی مملکت میں رقص و سرود کی محفلیں، سینما گھر، ڈرامیٹک کلبیں اور اسی قسم کی دوسری ثقافتی سرگرمیاں اسلام کے ساتھ مذاق نہیں تو اور کیا ہے؟ قرآن عزیز میں واضح طور پر یہ حکم موجود ہے کہ:۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (سورۃ لقمٰن آیت ۶) (ترجمہ) اور بعض ایسے آدمی بھی ہیں جو کھیل کی باتوں کے خریدار ہیں تاکہ بن سمجھے اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اس کی ہنسی اڑائیں۔ ایسے لوگوں کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔ اللھم لا تجعلنا منھم

ہمیں صدارتی انتخابات کے دوران صدر مملکت کے ارشادات سننے اور انتخابات کے بعد اسلامی مشاورتی کونسل کی سفارشات دیکھنے سے یہ آس بندھ گئی تھی کہ شاید اس ملک میں اسلامی قوانین کا نفاذ عمل میں آ جائے۔ لیکن یہ حالات دیکھ کر اس کے بجائے یاس کا غلبہ ہو رہا ہے۔ اور یوں دکھائی دیتا ہے کہ شاید اس ملک میں حقیقی اسلام کا سورج کبھی بھی طلوع نہ ہوگا۔ تاہم ظن المومنین خیرا کے مصداق ہم پھر بھی توقع رکھتے ہیں کہ ہمارے ارباب اقتدار اپنے مواعید کا پاس کرتے ہوئے ملک میں قانون اسلامی کے نفاذ کی کوشش کریں گے۔

ہماری قطعی رائے ہے کہ ثقافتی شو اور رقص و سرود کی محفلوں کی نمائش سے ملک کی عزت و عظمت میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ ملک کی عظمت وطن کے جوان ہیں۔ ان کے کارنامے ہیں۔ ان کی جانبازی اور فنون سپہ گری میں مہارت کے کرتب ہیں، قوت ایمانی ہے، طاقت رفتار ہے، علماء و فضلاء ہیں۔ ملک کے لہلہاتے ہوئے ہرے زار اور زرعی ترقیاتی منصوبے ہیں۔ اور یہی ہمیں غیر ملکی مہمانوں کے سامنے پیش کرنے چاہئیں تاکہ ہماری عظمت کا نقش ان کے دل پر بیٹھ سکے۔

وما علینا الا البلاغ

(بشکریہ خدام الدین)

غازی خدا بخش ایڈیٹر پرنٹر پبلشر نے تعلیمی پریس بیرون اکبری دروازہ لاہور سے چھپوا کر دفتر ترجمان اسلام بیرون دہلی دروازہ لاہور سے شائع کیا

Scanned with CamScanner

حق و باطل تنظیموں و تحریکوں میں فرق و امتیاز

(احمد حسین صاحب کمال)

اختلاف حق بات سے بھی کیا جاتا ہے اور باطل بات سے بھی۔ حق بات سے اختلاف کرنے کے محرکات شخصی و طبقاتی مفادات یا روایات پرستی وغیرہ ہوا کرتے ہیں۔ باطل بات سے اختلاف کرنے کے محرکات اس کے وہ نقصانات ہوتے ہیں۔ جنہیں دور بین و دور اندیش لوگ ابتدا میں محسوس کر لیتے ہیں۔ اور جو بالآخر ظاہر ہو کر ناواقف و سادہ لوح افراد کی بھی آنکھیں کھول دیا کرتے ہیں۔ تاہم اختلاف کی ظاہر صورت دونوں معاملات میں بیشتر یکساں ہوا کرتی ہے۔ اور چونکہ مخالفانہ رد و کد میں حق کو بھی اپنی مدافعت کرنا پڑتی ہے۔ اور باطل بھی اپنے دفاع کا مورچہ لگا لیتا ہے۔ اس سے بظاہر یہ تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے، کہ ان میں سے کون حقیقتاً مظلوم و راستی پر ہے۔ اور کون نمائشی طور پر مظلوم اور راست نما بنا ہوا ہے۔ باطل اپنی مظلومانہ حیثیت نمایاں تر کرنے کے لئے عیاریوں اور مکاریوں سے بھی کام لیتا ہے۔ اس لئے نظر بہ ظاہر وہی زیادہ سچائی کا حامل معلوم ہوتا ہے۔ اس طرح عوام الناس کی ایک بڑی تعداد جن میں چند عالم و فاضل قسم کے لوگ بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ باطل کے ساتھ اظہار ہمدردی کرنے لگتے ہیں۔ اور اس حق کے مخالف بن جاتے ہیں جو باطل کے فروغ و استحکام کو روکنے کے لئے اس سے برسرِ پیکار ہوتا ہے۔ ایک مدت کے بعد جب حقیقت واشگاف ہوتی ہے۔ تو باطل کی حمائت کا جوش ٹھنڈا پڑتا ہے۔ لیکن وہ اس وقت تک عوام میں اپنے بقاء کے لئے گنجائش پیدا کر چکا ہوتا ہے۔ اور اگرچہ اس کے سرگرم حامیوں کی ایک تعداد مایوس و ہزار ہو کر باطل سے علیحدہ ہو جاتی ہے۔ لیکن ان کی یہ علیحدگی اب اس کے لئے کوئی بڑا چیلنج ثابت نہیں ہوتی۔

باطل اپنی مظلومیت و صداقت کے اثبات کے لئے بھی وہی طور طریقے بیاکارانہ طور پر استعمال کرتا ہے۔ جو فطری اور حقیقی طور پر حق کی مظلومیت و صداقت کے اثبات کے لئے ظاہر ہوا کرتے ہیں۔ وہ اپنی مدافعت میں ماضی کے ان حق پرستوں اور حق کوشوں کی مثالیں پیش کرتا ہے۔ جنہیں سابق کے باطل پسندوں کے جبر و ظلم کا نشانہ بننا پڑا تھا۔ وہ اپنی مظلومیت کا رشتہ نہایت ڈھٹائی کے ساتھ ان مظلوموں کے ساتھ وابستہ کر دیتا ہے۔ جنہیں حق کا علم بلند کرنے کی پاداش میں باطل کی سخت گیرانہ چکی میں پس جانا پڑا تھا۔ وہ حق و باطل کی ماضی کی کشمکشوں کے احوال و واردات کا اطلاق خود کو پیش آنے والے حالات و واقعات پر کرنے کی دیدہ دلیرانہ جسارت سے بھی نہیں چوکتا۔ تاریخ کی یہ مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ کہ نبوت کاذبہ کے داعیوں نے بھی اپنے آپ کو دنیا سے روشناس کرانے اور اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے انبیائے صادقین کے دعووں، طریقوں اور حالات کی مکارانہ نقل کرنا چاہی اور کی۔ اسی طرح ہم امامان تلبیس کے حالات میں بھی یہ ہی دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے عزائم پسندانہ منصوبوں کی تکمیل کے لئے دین و ملت کے مخلص خادموں، مصلحوں مجددوں، پیشواؤں اور اماموں کے پہلو بہ پہلو ان کی نقل کرتے ہوئے اپنے دام ہائے ہمرنگ زمیں بچھائے۔ بہرحال باطل ہمیشہ حق کا روپ بنا کر آیا اپنی مخالفت کو حق کی مخالفت کا نام دیا۔ اپنے آپ کو حق کی طرح مظلوم و معصوم بنا کر پیش کیا اپنے سے اختلاف کرنے والوں کو حق کا مخالف گردانا۔ اور اس طرح سادہ لوح عوام الناس میں اپنے کاروبار کی رونق قائم کر لی۔ تاہم اگر ذرا بھی غائر نظر سے مطالعہ کیا جائے۔ تو وہ وجوہ صاف صاف نظر آ سکتے ہیں۔ جو حق و باطل کی ان ظاہری مماثلتوں میں فرق و امتیاز کو واضح کرنے والے ہوتے ہیں۔

حق اول سے آخر تک اپنی یکساں روش، یکساں کردار اور اپنے دعووں اور عمل میں یکساں مطابقت رکھتا چلا جاتا ہے۔ حالات کا تغیر اور وقت کا اقتضاء کسی موڑ پر بھی اس کے فکر و عمل میں کسی قسم کی تبدیلی کی راہ نہیں کھولتا۔ اس کے داعی اپنی شخصی زندگی میں آخر وقت تک ایک ہی نہج پر نظر آئینگے اور ان کے ہر دعوے کی صداقت ان کے عمل کی کل مطابقتوں سے ظاہر ہوتی رہے گی۔ لیکن اس کے برعکس باطل ہر موقعہ پر مصالح و مقتضیات وقت کا دامن تھامے گا۔ وہ مختلف مواقع پر مختلف طرزِ عمل اپنی تحریک کے مختلف مراحل سے تعبیر کر کے اختیار کرتا چلا جائے گا۔ اس کی کامیابی کا تمام تر دارومدار وقت کے تقاضوں کی ہم آہنگی میں ہوا کرتا ہے۔ اگر اسے عوامی سطح پر اپنے نظریات کی برتری بتانا مقصود ہو گی۔ تو وہ ملک و ملت کی شدید ضروریات سے بھی صرف نظر کر لے گا۔ اور اگر پڑوس میں آگ بھی لگ رہی ہو، تو وہ اسے بجھانے کے لئے نہیں اٹھے گا کہ کہیں اس سے اس کی نظریاتی برتری کے مقصد کو کوئی گزند نہ پہنچ جائے۔ اور اگر وہ دیکھے گا۔ کہ اس کی مقاصد برآری عوامی رجحانات کی موافقت سے ہی ممکن ہے۔ تو اپنے نظریاتی دعووں کی سابقہ حیثیت کی بھی پروا نہ کرتے ہوئے وہ اپنی عملی طاقتیں ان رجحانات کی ہم آہنگی میں لگائے گا۔ یہ وہ اہم نقطۂ امتیاز ہے۔ جس سے حق و باطل کے درمیان واضح فرق کیا جا سکتا ہے انبیاء، مصلحین و مجددین کی سیرتوں اور کارناموں میں اس حقیقت کو آپ بولتا ہوا پائیں گے۔ کہ وہ جو کچھ شروع میں تھے۔ وہی آخر تک رہے۔ اور ان کے کاموں کا تسلسل خواہ کمیت میں کتنا ہی کم و بیش اور تغیر و تبدل اختیار کرتا رہا۔ لیکن کیفیت و نوعیت میں اس کے اندر کہیں کوئی فرق و تبدیلی نہیں آئی۔ لیکن باطل اپنی کمیت میں تبدیلی و کمی بیشی کے ساتھ اپنی کیفیت و نوعیت میں بھی تبدیل و متغیر ہوتا چلا جاتا ہے اور اگر کسی شخص کی عقل و سمجھ تعلی سلب یا مفلوج نہیں ہو چکی ہے۔ تو وہ اس فرق و امتیاز کو بادنیٰ تامل سمجھ سکتا ہے

(باقی صفحہ پر)

واردات

احمد حسین کمال

فریبِ خوردہ، دل غم زدہ کی بات کرو
خرابِ عشق کی غم آشنا کی بات کرو

امیرِ وقت کو خاطر میں جو نہیں لایا
غریبِ شہر کی اُس بے نوا کی بات کرو

یہ قہقہے یہ تبسم فریبِ مجلس ہیں
دلِ شکستہ سے نکلی صدا کی بات کرو

بتانِ شہر نے فتنے جگائے ہیں ہر سُو
حریمِ عشق میں رندِ صفا کی بات کرو

زمانہ کفر کی آغوش میں چلا پھر سے
جو ہو سکے کسی مردِ خدا کی بات کرو

جبینِ قیصر و کسریٰ جھکی جہاں جا کر
اُس آستانۂ خیر الوریٰ کی بات کرو

ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور

جمعہ ۲۶ مارچ ۱۹۶۵ء

اسلامی طرز معاشرت سے بغاوت کے نمونے

ہم پاکستان کو اسلامی مملکت کہتے اور اسے خالص اسلامی ملک بنانے کے مدعی ہیں۔ ہم اپنے سے باہر کی دنیا پر جو سب سے بڑا اعتراض کرتے ہیں وہ غیر اسلامیت کا اعتراض ہے۔ ہمیں بیشتر مسلمان ملکوں سے بھی یہ ہی شکایت رہتی ہے۔ کہ ان کے یہاں اسلامی طرز زندگی کے بجائے غیر اسلامی معاشرت فروغ پا رہی ہے۔ ہم آئے دن مغربی تہذیب اور یورپ کے ثقافتی مظاہر کا بڑے ہی اسلام پسندانہ طریقے پر مذاق اڑاتے رہتے ہیں۔ دوسروں کا فن آرٹ، رسم و رواج، تہذیب و معاشرت، رہن سہن علم و عمل، انداز فکر، طرز زندگی، کلچر و ثقافت وغیرہ سب کچھ ہماری مذہب پسندانہ نکتہ چینی کا ہدف بنے رہتے ہیں۔ ہمارے یہاں مذہب و سیاست کے کاروبار، اسی قسم کی تقریروں، تحریروں، تنقیدوں اور دعووں و نعروں پر چلا کرتے ہیں۔ لیکن اندرون خانہ خود ہمارا کیا حال ہے۔ اور ہماری زندگیوں کے روزمرہ کے مظاہر کس درجہ اسلامی طرز حیات اسلامی تمدن و معاشرت، اسلامی تہذیب و ثقافت اور اسلامی احکام و ضوابط کے خلاف ہیں۔ شاید اس کا اعتراف ہم نہیں کرنا چاہتے۔ مگر اس کا ادنیٰ سا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے، کہ آج کل ہمارے اخبارات میں روزانہ شادی شدہ نئے جوڑوں کی ایسی تصاویر شائع ہوتی رہتی ہیں جن میں دولہا دولہن پہلو بہ پہلو برہنہ چہرہ بیٹھے ہوئے دکھلائے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ سراسر انگریزی طور طریقوں کی تقلید ہے۔ لیکن شاید ہمارے یہاں اسے فخر سے اختیار کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ نکاح اسلام کی رو سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور ایک طرح سے عبادت کے زمرہ میں شامل ہے۔ اس میں متعدد غیر اسلامی ہندوانہ رسوم و رواج کی شمولیت پر ہی ہمیں اب تک اعتراض تھا۔ اور ہم ان میں اصلاح کے خواہاں تھے۔ کہ اب اس میں ایک اور نئی بدعت دولہا دولہن کی تصویروں کی اشاعت کا اضافہ ہو رہا ہے۔ جس کا سلسلہ نہ معلوم شادی کی کن کن باتوں کی تصاویر شائع کرنے تک پہنچے گا۔ اس کے علاوہ لڑکیوں کے مقابلہ حسن قرأت کی تصویریں بھی اخبارات میں شائع ہونے لگی ہیں۔ عورتوں کی میلاد خوانی کی تقاریب کی تصاویر بھی اشاعت پذیر ہوتی رہتی ہیں۔ یہ تمام باتیں ظاہر ہے کہ غیر مسلم قوموں کی تقلید میں کی جا رہی ہیں۔ اور اس طرح ہم مستقبل کی جو پاکستانی مسلم قوم تیار کر رہے ہیں وہ یورپ کی غیر مسلم اقوام سے قطعی مختلف نہیں ہوگی ہمارے قول و عمل کے تضادات اس درجہ بڑھتے چلے جا رہے ہیں کہ خالص مذہبی معاملات اور زندگی و معاشرہ کے روزمرہ کے امور بھی ان کی زد میں آ گئے ہیں۔ اس کے باوجود ہم بڑی ڈھٹائی کے ساتھ اپنے مسلمان ہونے، پاکستان کے اسلامی ملک ہونے اور یہاں خالص اسلامی حکومت بنانے کے دعویدار ہیں۔ حالانکہ قدم قدم پر ہم فرنگیت کے پیروکار بنتے چلے جا رہے ہیں۔

گر مسلمانی ہمین است کہ حافظ دارد
وائے گر پس امروز بود فردائے (ک)

گذارش و التماس

قومی اسمبلی کے نئے منتخب شدہ ممبران کے نام

ان سطور کی اشاعت تک قومی اسمبلی کے انتخابات کے نتائج منظر عام پر آ چکے ہوں گے۔ کامیاب ہونے والے امیدوار اپنی فتح کی مبارکبادیں دوستوں اور غرض مندوں سے قبول کر رہے ہوں گے، اور اس پر شاداں ہوں گے۔ ناکام ہونے والے اپنی شکست کے تجزیہ میں منہمک ہوں گے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ ملک کی سیاسی زندگی کا یہ ایک اور مرحلہ اختتام کو پہنچ گیا ہے۔ جن لوگوں کو کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ انہوں نے ایک بڑی ذمہ داری کو پسند اور قبول کیا ہے۔ اس ملک میں صدر مملکت کے منصب کے بعد یہ سب سے بڑا ذمہ دارانہ کام ہے جسے قومی اسمبلی کے منتخب ہونے والے ممبران نے انجام دینا ہے۔ اس کی باز پرس خواہ پاکستان کے عوام نہ کر سکیں۔ لیکن خدائے دانا و بینا و قادر و توانا کے حضور ذمہ داری سے نہیں بچا جا سکتا ہے۔

ملک گذشتہ سترہ سال کی بے آئینی و سیاسی افراتفری کے بعد ایک باقاعدہ نظام و آئین کا حامل بنا ہے۔ اور اس نے اجتماعی زندگی کی وحدت و ہم آہنگی کی طرف اپنا رخ کیا ہے۔ یہ کام اب اس نظام و دستور کے سربراہ اعلیٰ اور اس کے تحت قانون سازی کا اختیار رکھنے والے قومی اسمبلی کے ممبران کا ہے۔ کہ وہ آئندہ اس کو کیا شکل دیتے ہیں۔

ملک کے مسائل و ضروریات اور ملت کے دینی تقاضے و مطالبات کچھ ڈھکے چھپے نہیں ہیں۔ اور صدارتی انتخاب سے لے کر ان انتخابات تک جو وعدے کئے جاتے رہے ہیں۔ ان کی آواز بھی ابھی تک فضا میں باقی ہے۔ آئندہ آنے والے سال خدا اور عوام کے سامنے یہ شہادت دینگے کہ ملک کے مسائل و ضروریات و ملت کے دینی تقاضے اور مطالبات نیز انتخابات کے دوران کئے گئے وعدے کس حد تک پورے کئے گئے۔ اور ان کے کیا نتائج برآمد ہوئے۔

ملک ایک عرصہ تک سیاسی استحکام سے محروم رہا۔ معاشی عدم توازن کا شکار بنا۔ اخلاقی بے راہگی میں مبتلا ہوا۔ اور دین و مذہب سے بیگانہ کیا جاتا رہا۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ان سب نقصانات کی تلافی کر دی جائے اور اس کی ذمہ داری عزت مآب صدر مملکت پر اور قومی اسمبلی کے ان معزز ارکان پر عائد ہوتی ہے۔ جو اب منتخب ہو کر قوانین سازی کا فریضہ انجام دینے جا رہے ہیں۔ ہم ان سب کو یاد دلائیں کہ ملت اسلامیہ پاکستان کیا چاہتی ہے؟

(۱) پاکستان کے باشندے چاہتے ہیں کہ ان کا وطن عزیز سیاسی اعتبار سے داخلی طور پر بھی اور خارجی طور پر بھی مستحکم ہو۔ ہر قسم کے اثر و دباؤ سے آزاد رہے۔ اور دنیا کی قوموں میں عزت و رفعت کے مقام کا حامل بنے۔

(۲) پاکستان کے عوام چاہتے ہیں کہ اس ملک میں دولت و ثروت اور جاہ و منصب کے حصول کے خصوصی امتیازات و بے جا رعائتیں ختم ہوں۔ اور عوام و خواص یکساں طور پر آسودہ حال و خوش گذران بن جائیں۔ پاکستان کے پیداواری وسائل و سرمائے پر کسی ایک محدود طبقہ کا قبضہ و تصرف نہ رہے۔ بلکہ اس کے دروازے سب کے لئے کھلے ہوں۔ سب حسب حاجات بہرہ ور ہو سکیں۔ سماجی انصاف سب کو حاصل رہے۔ اور کوئی کسی کے لئے باعث آزار نہ بن سکے

(۳) پاکستان کے شہری چاہتے ہیں کہ ان کے ملک میں اخلاقی برائیوں اور خواہشات کا خاتمہ ہو جائے۔ لوگوں کے لئے پاکیزہ اور باوقار زندگی بسر کرنے کا ماحول پیدا کیا جائے۔ تعلیم و تربیت عام کی جائے۔ اخلاق حسنہ کو فروغ دیا جائے اور تمام ملک کو بد اخلاقیوں سے پاک کر کے پاکستان کو حقیقی معنی میں پاکستان بنا دیا جائے

(باقی صفحہ ۴ پر)

صفحہ ۳ سے آگے

(۴) پاکستان کے فرزندان دین محمدی، جن کی قربانیوں سے اس ملک کا وجود عمل میں آیا تھا اور جو اس مملکت خداداد کے حقیقی بانی و وارث ہیں وہ چاہتے ہیں کہ یہاں سے رہتی دنیا تک اللہ کے نام کا کلمہ بلند ہوتا رہے۔ قرآن کے احکام قائم کئے جائیں۔ اللہ کے آخری پیغمبر کی سنتِ مطہرہ ہمارا دستور العمل بنے۔ اور پاکستان کی سرزمین اسلام و مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کا گہوارہ ثابت ہو سکے

یہ ہیں وطن و ملت کے تقاضے و مطالبات جن کے پورا کرنے کی ذمہ داری منتخب صدر مملکت پر بھی ہے۔ اور قومی اسمبلی کے لئے نئے منتخب شدہ ارکان پر بھی۔ دعا ہے کہ خدائے عظیم و جلیل ان کو یہ فرائض ادا کرنے کی توفیق بخشے آمین! (ک)

پیرانِ تسمہ پا سے نجات حاصل کیجئے

انگریز کے زمانہ میں بعض خاندانوں نے انگریز کا قرب حاصل کیا۔ اس کے غلبہ و تسلط کی کارروائیوں میں اس کی خفیہ و علانیہ حمایت و اعانت کی، اس کی حکمرانی کی سب سے پہلے اطاعت قبول کی۔ اس کی سلطنت برقرار رکھنے میں اس کا آلۂ کار بنے۔ اس کی وفادارانہ خدمات کے صلے میں زمینیں، جاگیریں ملازمتیں، خطابات و دیگر تجارتی و سرمایہ کاری کی مراعات حاصل کیں۔ انگریز کی زبان سیکھی۔ اس کی معاشرت و طرز زندگی اختیار کیا۔ اور انگریز نے بوجوہ ایسے لوگوں کو ہی ملک و ملت کے قومی سیاسی تعلیمی اور دیگر اجتماعی امور میں رہنمایانہ حیثیت سے کر پیش پیش رکھا۔ حتیٰ کہ ایسے لوگوں سے وابستہ اور ان کے پروردہ افراد ہی زیادہ تر مسلمانوں کی مذہبی پیشوائی پر جگہ جگہ فائز ہوئے اور فائز کئے گئے۔ اور آخر میں کتنی ہی مذہبی، سماجی و سیاسی تحریکوں کا خمیر اس ماحول کے تیار شدہ افراد کی ذہنی کاوشوں و عملی کارگذاریوں سے اٹھا۔ اور پھر یہ ہی لوگ تھے۔ جو انگریز کے چلے جانے کے بعد اس کے وارث و جانشین بنے۔ ان لوگوں نے آزادی و خود مختاری کے نئے دور کی تعمیر و تشکیل انہی خطوط پر کی۔ جنہیں انگریز کے مورِ قلم اپنے دورِ استیلاء میں استعماری مقاصد کے لئے کھینچا تھا۔ ملکی زندگی کے تمام شعبوں پر چونکہ یہ ہی طبقہ حاوی و غالب ہے۔ بڑی بڑی زمینداریاں ان کے پاس ہیں۔ صنعتی سرمایہ کاری اس کے قبضہ میں ہے۔ سیاست کے دروبست پر یہ چھایا ہوا ہے۔ ملکی تجارت و پیداوار کا یہ مالک ہے۔ اعلیٰ فنی تعلیم سے بہرہ ور ہونے کے مواقع زیادہ تر اس کو حاصل ہیں۔ عہدوں اور مناصب پر اسی کے قدم جمے ہوئے ہیں۔ تعلیم گاہوں، ادبی محفلوں اور مذہبی انجمنوں پر اس کا سکہ رواں ہے، اور ملک میں پیدا ہونے والے ہر نئے فکری، سیاسی و معاشرتی رجحان میں دخیل ہو کر عوام کے ہمدرد کی حیثیت سے اسی طبقہ کے افراد پیش پیش آ جایا کرتے ہیں۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ ہمارے ملک میں نہ مذہبی اصلاح کا کام کامیاب ہو پاتا ہے۔ نہ سیاسی استحکام کی راہ نکلتی ہے۔ نہ اخلاقی اور سماجی حیثیت بلند ہو پاتی ہے۔ نہ عوام کی بدحالی و پسماندگی دور ہونے کی کوئی صورت نظر آتی ہے نہ تعلیم کے مفت و عام ہونے کے مواقع پیدا ہوتے ہیں، اور نہ مزدور کی حالت سنبھلتی ہے، نہ غریب کاشتکار کی۔ خواص کا ایک چھوٹا سا طبقہ ہے جو ہر اعتبار سے اونچا اٹھتا چلا جا رہا ہے۔ اور عوام کا ایک زبردست انبوہ ہے کہ ذلت و پستی میں گرا جا رہا ہے۔ دنیا و دین کے مفاسد اس طرح ابھر آئے ہیں کہ نہ دنیا کی خیر نظر آتی ہے نہ دین کی۔ ان حالات میں سوجھ بوجھ کا یہ تقاضا ہے کہ ان پیرانِ تسمہ پا سے نجات حاصل کی جائے مذہب کی سادہ، فطری، پُریقین و باحوصلہ زندگی اختیار کی جائے۔ عوام اپنے معاملات ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں سونپیں جو ان جیسے ہوں۔ ان کے دکھ درد سے گذرنے والے ہوں۔ ان کے مسائل و مشکلات سے عملاً واقف و آشنا ہوں۔ تاکہ ان کی حقیقی نمائندگی کا کام انجام دے سکیں (ک)

امریکہ تیسری عالمی جنگ کا دروازہ کھول رہا ہے

راقم الحروف نے امریکہ کے سابق صدر، مسٹر کینیڈی کے حادثہ قتل پر اس رائے کا اظہار کیا تھا کہ اس کی پس پشت محض، محض نسلی منافرت کا جذبہ کارفرما نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک خفیہ گہری سازش کا نتیجہ ہے۔ جس کا مقصد امریکہ کی موجودہ امن پسندانہ پالیسی کو ختم کرنا ہے۔ جو کینیڈی کی مدبرانہ سیاسی حکمت عملی کی رہین ہے۔ اس جوان العمر امریکی صدر نے عالمی امن کے کاز کے لئے بوڑھوں سے زیادہ سیاسی فراست کا ثبوت دیا تھا۔ جو امریکہ اور یورپ کے جنگ پسندوں کو ہرگز پسند نہیں تھا۔ کینیڈی کی امریکی عوام اور نئی نسل میں مقبولیت آئندہ انتخابات میں اس کی کامیابی کی ضامن تھی۔ اس لئے ان جنگ پسندوں نے اسے قتل کے ذریعہ امریکی سیاست کے راستہ سے ہٹایا۔ کینیڈی کا نائب جانسن سیاسی نظریات کے اعتبار سے جنگ پسندوں کے زیادہ قریب تھا۔ وہ کینیڈی کے قتل کے بعد آپ ہی آپ اس کا جانشین بن سکتا تھا۔ اور آئندہ انتخاب میں لے چلے محرکات کے تحت اسے کامیاب بنایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ بعد میں ایسا ہی ہوا۔ اور آج امریکہ نے ویت نام و جنوبی ایشیا میں اپنی جارحیت و جنگ پسندانہ عزائم کو بالکل عریاں کر دیا ہے۔ اور ان خدشات کی تصدیق کر دی ہے جنہیں راقم الحروف نے کینیڈی کے قتل کے وقت محسوس کیا۔ اور ان کالموں میں ظاہر کیا تھا۔

اگر موجودہ حالات برقرار رہے اور اسی رخ پر آگے بڑھتے رہے۔ تو تیسری عالمی جنگ کا دروازہ کھلا سمجھئے۔ کسی وقت بھی یہ آگ بھڑک سکتی ہے۔ اور اس کا سہرا امریکہ کی موجودہ قیادت کے سر بندھے گا۔

امریکہ، برطانیہ کی ملی بھگت نے مشرق وسطیٰ میں اسرائیل، مشرق قریب میں بھارت اور جنوب مشرق میں ملائشیا و لاؤس کے فتنے مستحکم بنائے ہیں اور جنوبی ویت نام کے اندر باقاعدہ مورچہ بندی شروع کر دی ہے۔ یہ چیز پورے ایشیا اور مشرق کے لئے اضطراب کا باعث بن رہی ہے۔ اس سے عالمی امن کے بالکل خاکستر ہو جانے کا خطرہ نہایت قریب آ گیا ہے۔ (ک)

"جشنِ فرید"

بزرگانِ سلف کے ناموں سے منسوب ایک قبیح رسم کا آغاز

میرے سامنے اس وقت ایک مشہور روزنامے کا ہفتہ وار خصوصی ایڈیشن ہے۔ جس کے سرورق پر ملتان و بہاولپور کے ایک مشہور اہل اللہ و صاحب باطن خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ کے نام سے منائے جانے والے جشن فرید کی بعض تصاویر ہیں۔ جن میں خواجہ صاحب کے مزار پر فاتحہ خوانی کے منظر کے علاوہ قوالی، شہنائی و موسیقی وغیرہ کے مصور مناظر دکھلائے گئے ہیں۔ یہ جشن "ثقافت" کے نام پر مختلف بزرگوں سے منسوب کر کے کچھ عرصہ سے منائے جانے لگے ہیں۔ "ثقافت" کا لفظ ہمارے ملک میں عجیب سی آوارگی معنیٰ کا مظہر بن کر رہ گیا ہے کہنے کو تو یہ کہا جاتا ہے۔ کہ اس سے ایک قوم کے روایاتی پس منظر کو اجاگر کرنا اور ماضی و حال درمیان تسلسل پیدا کر کے مستقبل میں معاشرہ تمدنی ارتقاء کا کام انجام دینا مقصود ہے۔ اور ایک کلچر تیار کرنا مطلوب ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ موجودہ عہد کی بے دینی نے فکر و عمل کی جو آوارگی عام کی ہے۔ ماضی کی اخلاقی آوارگیوں سے رشتہ قائم کر کے اپنے آوارہ عزائم پورا کرنے کی چال ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ اس قسم کے ثقافتی جشن زیادہ تر ایسے لوگوں کی سرپرستی میں منائے جاتے ہیں۔ جو خدا، مذہب اور قیامت کے منکر ہیں۔ اور ملحدانہ افکار و نظریات رکھنے والے ہیں۔ لیکن بدبختی ہے کہ ان کا تعلق ان بزرگوں کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے۔ جو زمانہ میں دین محمدی شریعت اسلامی اور سنت رسول اللہ کا مظہر بن کر چمکے۔ اور عشق الٰہی کی آگ میں تپ کر گل گلزار بنتے تھے۔ ان کی عبادت حق (باقی صفحہ ۶ پر)

ملت کی اصلاح و تعمیر کس طرح ہو؟

اس وقت ہمارے وطن عزیز میں جو نظام قائم کیا گیا ہے، بلاشبہ وہ ان آرزوؤں سے بہت ہی فروتر ہے جو قیام پاکستان کی محرک تھیں۔ اور ان امنگوں کو پورا کرنے والا ہے جو اسلام کے فرزندوں کے دلوں میں موجزن ہو سکتی ہیں۔ اس سے قطعی طور پر ان تقاضوں کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ جنہیں اسلام چاہتا ہے۔ اور ملت اسلامیہ پاکستان جن سے اسلام کی علمبردار بن کر دنیا کے سیاسی، تہذیبی اور اخلاقی نقشہ پر ابھر سکتی ہے۔ تاہم اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے۔ کہ ایک ناقص چیز کو چھوڑ کر اس سے ناقص تر کو اختیار کر لیا جائے۔ اگر یہ نظام اسلام کے تقاضوں کو پورا کرنے میں ناکافی نظر آتا ہے۔ تو جو لوگ اسے پارلیمنٹری جمہوری نظام سے بدل دینا چاہتے ہیں۔ کیا وہ یہ یقین دلا سکتے ہیں کہ اس طرح اسلام کے کسی ادنیٰ سے ادنیٰ مقصد کی تکمیل اور عوام کی معمولی سے معمولی مشکل کا بھی حل حاصل کیا جا سکے گا۔

ہمیں جب سیاسی آزادی حاصل ہوئی۔ تو وہ پارلیمنٹری جمہوری نظام کی طرف ہی منتقل ہوئی۔ ہمارے یہاں حکومت کی جو پہلی داغ بیل پڑی۔ وہ اسی نظام پر مبنی تھی۔ یہ نظام اپنے اندر کوئی استحکام و افادیت رکھتا ہوتا۔ تو ہم اپنی گذشتہ سترہ سالہ تاریخ میں کوئی لمحہ تو ایسا پاتے۔ جس کو مثال کے طور پر ہی اسلام کے مقاصد اور عوام کی حقیقی بہبود کی تکمیل کے نمونہ کے طور پر پیش کر سکتے۔

اسی نظام کے زیر سایہ یہاں اسلام سے بغاوت و روگردانی کی راہ اختیار کی گئی۔ عورتوں اور مردوں کے آزادانہ اختلاط کا راستہ کھولا گیا۔ اخلاقی بے راہ روی کو ہوا ملی۔ فحاشی و بے پردگی کی ابتدا ہوئی الحاد و بے دینی کو مسلمان معاشرہ میں در آنے کا موقعہ ملا۔ سیاسی انتشار، عدم استحکام کا آغاز ہوا۔ ملک کی خارجہ پالیسی رہن ہوئی۔ ملک کی معیشت و اقتصادیات پر ایک محدود طبقہ کی اجارہ داری شروع ہوئی۔ ملک کے وسائل و پیداوار مخصوص لوگوں کے لئے خاص ہوئے۔ مصنوعی طور پر بے جا رعائتوں کے سہارے لوٹ کھسوٹ کرنے والا نیا سرمایہ دار طبقہ پیدا ہوا۔ صنعت کاری و سرمایہ کاری چند افراد کی منفعت و جلب زر کا ذریعہ بنی۔ اعلیٰ ملازمتیں ایک خاص حلقے کی میراث بن کر رہ گئیں۔ ملکی نظم و نسق میں رشوت و سفارش کا دور دورہ ہوا۔ اور آخر میں یہ ہوا کہ صبح و شام کی بدلتی ہوئی وزارتوں، جماعتی وفاداریوں اور محلاتی سازشوں و ریشہ دوانیوں کے ذریعہ اس نظام کا اس نظام کے حاملین نے ہی گلا گھونٹ کر رکھ دیا۔ اور یہ سب کچھ ان حضرات کی سربراہی اور ان گروہوں کی قیادت میں ہوتا رہا۔ جو آج دوبارہ اس نظام کی بحالی کے لئے کوشاں ہیں جن کے ساتھ کچھ نئے چہرے بھی شامل ہو گئے ہیں۔

اگر دنیا میں تجربہ کوئی چیز ہے۔ تو یہ تمام باتیں جو حقائق و واقعات کا درجہ رکھتی ہیں۔ اور سالہا سال تک پارلیمنٹری جمہوری نظام کے تحت اس ملک کے عوام اور غریب اسلام کو روز و شب بھگتنا پڑتی رہی ہیں۔ انہیں دوبارہ صرف اس لئے انگیز کرنے پر آمادہ ہو جانا کہ موجودہ نظام ہمیں بوجوہ پسند نہیں ہے سراسر عقل و دانائی کے منافی ہے۔

موجودہ نظام اپنی تمام خامیوں اور نقائص کے باوجود اس منزل کی راہ پر وطن و ملت کو ڈال سکتا ہے۔ جو ہمیں مسلمان اور پاکستانی ہونے کی حیثیت سے عزیز تر ہے۔ بشرطیکہ اس نظام کے چلانے والے ہاتھ اور اس نظام کے تحت قانون سازی کرنے والے دماغ اسلام کے جاننے والے اس پر عمل کرنے والے اور عوام کے معیار زندگی کے حامل ہوں۔ اس صورت حال کے برپا کرنے کی گنجائش اس نظام میں، عوام کو بخوبی حاصل ہو جاتی ہے۔ جبکہ پارلیمنٹری نظام آئندہ سو سال تک بھی ایسے لوگوں کو آگے نہیں آنے دے گا۔ جو عوام کی سطح کے ہوں۔ محض اقتدار اور اس کے حصول کے ذرائع کی تبدیلی سے اسلام، قوم اور وطن کسی کو بھی فائدہ نہیں پہنچ سکتا ہے۔ بے شک اس وقت تک یہ نظام بھی بیشتر حصول اقتدار کا ذریعہ بنا ہوا ہے۔ اور اس کی حقیقی افادیت پس پشت ڈال دی گئی ہے۔ تاہم اس میں اتنی گنجائش ضرور ہے کہ جب بھی عوام کا باشعور طبقہ، اسلام اور ملت کے مفادات و تقاضوں کو اولیت دینے پر آ گیا، تو بڑی آسانی کے ساتھ حالات کو تبدیل کر سکتا ہے۔ لیکن دوسرے نظام میں ہجوی عوامیت کے ہیجان کے سوا کسی مرحلہ پر بھی بہتر تبدیلی و تغیر کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ پچھلا تجربہ اس پر شاہد ہے۔

سچ پوچھئے تو آج ہمیں اس ملک میں تین چیزیں ہی مطلوب ہیں۔ زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام کی بالادستی اور تفوق، پاکستان کی پیداوار، سرمایہ اور وسائل و ذرائع میں بجائے ایک محدود و خاص طبقہ کے، پاکستان کے تمام عوام کی شمولیت اور دنیا کی قوموں میں پاکستان کی سربلندی و مساویانہ و آزادانہ رفاقت۔ اور یہ ہی تین باتیں تھیں۔ جن سے ہمیں سابق میں پارلیمنٹری جمہوری نظام نے محروم کر کے رکھ دیا تھا۔ اور اب جن کے حصول کی کوشش ہی ہماری جد و جہد کا اصل مقصد و نصب العین ہونا چاہئے یہ کہاں کی دانائی کہی جائے گی۔ کہ جس نظام نے ہم سے یہ تینوں نعمتیں چھینیں۔ ان کے حصول کے لئے ہم دوبارہ اپنے اوپر اس نظام ہی کو مسلط کر ڈالیں۔ بے شک موجودہ نظام کو بھی ہم صحیح اور کامل نظام نہیں سمجھتے، لیکن اسے پچھلے نظام سے کم ضرر رساں ضرور سمجھتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں اس کے اندر بہتر تغیر کی زیادہ امید رکھ سکتے ہیں۔ اور یہ تغیر اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے کہ سابق نظام کے حامیوں اور موجودہ نظام کے حاملوں کی باہمی کشمکش سے علیحدہ ہو کر ہم اس تیسری طاقت کو بروئے کار لائیں۔ جو عوام کی سطح کی ہو۔ عوام کے اندر سے اٹھنے والی ہو۔ اور ان تینوں باتوں کی تکمیل کی حقیقتاً اہل ہو۔ جو اوپر بیان کی گئی ہیں

جمعیۃ علماء اسلام کی تنظیم اس امر کا موقعہ فراہم کرتی ہے۔ اسلام دوست اور عوام پسند افراد اس کے پرچم تلے جمع ہوں۔ اور ان مقاصد اعلیٰ کے حصول کی کوشش کریں۔ جن کی آرزوؤں نے اس ملک کے قیام کی بنیاد ڈالی۔ اس تنظیم کی رہبری اور کارکردگی جن ہاتھوں میں ہے۔ وہ مخلص ہیں۔ بے لوث ہیں عوام کی سطح کے ہیں۔ اصل دین کے جاننے والے اور اس پر عمل کرنے والے ہیں۔ اور اسی کی طرف مسلمانوں و عوام الناس کو دعوت دینے والے ہیں اگرچہ نام و نمود، دولت و ثروت، بے جا اثر و رسوخ اور جھوٹی شہرت و پروپیگنڈے کے حربوں سے خالی ہیں

آج ملک و ملت اور دین و مذہب کے بہتر و شاندار مستقبل کی زیادہ سے زیادہ توقع جمعیۃ علماء اسلام سے ہی کی جا سکتی ہے۔ جو برطانیہ اور امریکہ کے صلیبی ذہن کی پیداوار، پارلیمنٹری جمہوری نظام کی مضرتوں سے واقف اور ان کے ازالہ کی سب سے زیادہ کوشاں جماعت ہے۔ اور جو موجودہ نظام کی مضرتوں سے واقف اور ان کے ازالہ کی سب سے زیادہ کوشاں جماعت ہے۔ اور جو موجودہ نظام کی خامیوں کی سب سے پہلے نشان دہی کرنے والی، ان کی اصلاح کی جد و جہد میں سرگرمی سے کام کرنے والی اور اس نظام کا رخ اسلام اور ملت و وطن کے حقیقی مفادات و ضروریات کی طرف پھیر دینے کی کوششوں میں انہماک رکھنے والی جماعت ہے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ اس اہم دینی و ملی محاذ کو زیادہ سے زیادہ قوی، مستحکم اور وسیع بنایا جائے۔ تاکہ سابقہ و موجودہ قیادتوں کی غلط کاریوں کا ازالہ و نقصانات کی تلافی کی جا سکے۔ اور اس ملک میں دین و ملت کے مستقبل کو شاندار، باوقار اور کامیاب بنایا جا سکے۔

وما توفیقی الا باللہ العزیز

(ک)

جمعیۃ علماء اسلام کی خبریں

رپورٹ جمعیۃ علماء اسلام ضلع سانگھڑ

جمعیۃ علماء اسلام ضلع سانگھڑ نے ماہ فروری ۱۹۶۵ء سے اپنے باقاعدہ ماہانہ اجتماعات کا پروگرام اور پورے ضلع میں جمعیۃ کی تبلیغی و تنظیمی سرگرمیوں کو تیز تر کرنے کا کام شروع کر دیا ہے۔ پچھلے سال اس کا پہلا اجتماع حافظ قاری رحمت اللہ صاحب مدرس مدرسہ عربیہ حسینیہ کی دعوت پر شہدادپور میں منعقد ہوا جس میں ضلع کی متعدد شاخوں کے نمائندے و کارکن شامل ہوئے۔

اجتماع کی کارروائی کا آغاز حضرت مولانا شیر محمد صاحب مجاہد و رفیق حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں ہوا۔

قاری ایوب علی صاحب سابق ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء اسلام ضلع سانگھڑ کا استعفیٰ منظور کیا گیا۔ صاحب موصوف اپنی دیگر مصروفیات کی وجہ سے مستعفی ہو گئے ہیں۔ ان کی جگہ مولانا محمد یوسف صاحب سابق خطیب جامع مسجد جھول کو جمعیۃ ضلع کی نظامت کا کام انجام دینے کے لئے مقرر کیا گیا۔ اور ان کے تبلیغی و تنظیمی دورہ کا پروگرام تیار کر دیا گیا۔ نیز طے پایا۔ کہ ہر ماہ کے پہلے اتوار کو ضلع کے مختلف مقامات پر ماہانہ اجتماع منعقد کئے جایا کریں۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد حسن صاحب امیر ضلع کے ارشاد پر ۱۷ مارچ کا اجتماع شاہ پور چاکر میں رکھا گیا۔ مولانا محمد یوسف صاحب نے ۱۵ فروری سے ضلع کے مختلف۔ مقامات کا دورہ کرنا شروع کیا

۱۷ مارچ کو شاہ پور میں ضلع کا دوسرا ماہانہ اجتماع منعقد ہوا جس کے مختلف مقامات و شاخوں سے آئے ہوئے نمائندوں نے شرکت کی۔ مولانا یوسف صاحب نے اپنے دورے کی رپورٹ پیش کی۔ اور آئندہ ماہ کے لئے کام کا منصوبہ تیار کیا گیا۔ اگلے اجتماع کے لئے اپریل کی ۱۷ تاریخ طے ہوئی۔ بورڈ کے ارکان جماعت نے اپنے یہاں اجتماع کے انعقاد کی پیشکش کی جسے قبول کر لیا گیا

جمعیۃ علماء اسلام حیدرآباد

خصوصی اجلاس کی کارروائی

جمعیۃ علماء اسلام حیدرآباد کا ایک خصوصی اجلاس منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن پاک کے بعد جناب مولانا نور محمد صاحب کی صدارت میں اجلاس کی کارروائی کا آغاز الیکشن بورڈ کے رکن جناب مولانا عبدالمتین صاحب نے اپنے دورے کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے۔

شیخ ممتاز صاحب ناظم ضلع جمعیۃ علماء اسلام نے ضلعی رپورٹ پیش کرتے ہوئے تجویز پیش کی کہ جمعیۃ کے ان ممبران کو جو کہ بی ڈی کے ممبران بھی ہیں آزاد چھوڑ دیا جائے کہ وہ اسلام اور جمعیۃ کے مفاد کے پیش نظر اپنا ووٹ استعمال کریں۔ لیکن جمعیۃ علماء اسلام کے عہدہ داران و ارکان غیر جانبدار رہیں۔

مولانا حافظ شفیع صاحب ڈگری نے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ جس طرح بی۔ ڈی کے ممبران کو آزادی دی گئی ہے۔ اسی طرح جمعیۃ کے عہدیداران کو بھی آزادی دی جائے کہ وہ بھی اسلام اور جمعیۃ کے مفاد کے پیش نظر ایسے امیدوار کی حمایت کھلم کھلا کریں جو اسلام اور جماعت کی بھلائی کا وعدہ کرے۔ متعدد نمائندگان نے اس میں مدد لیا۔ آخر یہی طے پایا کہ عہدیداران غیر جانبدار رہیں۔

نماز عصر کے بعد تیسری نشست میں طے پایا کہ جمعیۃ قومی اسمبلی کے انتخاب میں ان امیدواروں کی حمایت کرے گی۔ جو کھل کر جمعیۃ علماء اسلام کے مقاصد سے اتفاق کرتے ہوں۔

صوبائی اسمبلی کے انتخاب میں الیکشن لڑنے کے لئے ڈویژن کے مختلف مقامات سے جمعیۃ کے ٹکٹ پر امیدوار کھڑا کرے۔

اس حقیقت کے لئے چھ افراد پر مشتمل ایک انتخابی پارلیمانی بورڈ کی تشکیل دی گئی۔ جس کے حسب ذیل ممبران ہوں گے۔

(۱) حافظ محمد شفیع صاحب ڈگری (۲) شیخ ممتاز صاحب میرپور خاص (۳) حاجی کرامت اللہ صاحب حیدرآباد (۴) حکیم نواب دین صاحب (۵) قاری ایوب علی نعمانی شہدادپور (۶) مولانا محمد حسن صاحب شاہ پور چاکر۔ اس بورڈ کے چیرمین حکیم نواب دین کو منتخب کیا گیا۔ کورم کم از کم تین افراد کا ہوگا پارلیمانی بورڈ کا دفتر حیدرآباد میں ہوگا۔

قرار پایا کہ پارلیمانی انتخابی بورڈ کا آئندہ اجلاس ۲۲ مارچ ۱۹۶۵ء ۱۲ بجے دن کے ہوگا۔ پارلیمانی بورڈ کے خازن حاجی کرامت اللہ صاحب کو مقرر کیا گیا۔

(نور محمد غفر اللہ صدر اجلاس جمعیۃ علماء اسلام حیدرآباد)

خدا ہی بہتر جانتا ہے

گذشتہ ماہ مولانا غلام رسول صاحب جو کہ مدرسہ دار العلوم مدینہ کھیا رود ضلع نواب شاہ کے مہتمم ہیں کی طرف سے ایک مراسلہ موصول ہوا تھا۔ جس میں لکھا تھا کہ ہمارے مدرسہ کا اشتہار ہفت روزہ "مولانا قاری محمد عیسیٰ صاحب کی بارگاہ میں" مدرسہ ترجمان اسلام میں شائع کر دیں۔ چنانچہ ہم نے اس دینی خبر کو ترجمان اسلام کی ۵ فروری ۱۹۶۵ء کی اشاعت میں شائع کر دیا۔ چند روز بعد قاری ایوب علی صاحب نعمانی کی طرف سے ایک مراسلہ موصول ہوا۔ جس میں مذکورہ مدرسہ کی تردید تھی کہ یہاں نہ کوئی مدرسہ قائم نہیں ہوا۔ ہم نے صحیح سمجھ کر اس کو ۱۲ مارچ ۱۹۶۵ء کی اشاعت میں "مدرسہ دار العلوم مدینہ کھیا رود کی حقیقت" کا مضمون شائع کر دیا۔ اب مذکورہ مدرسہ کا چھپا ہوا اشتہاری کارڈ موصول ہوا ہے۔ اور لکھا ہے کہ قاری ایوب علی صاحب نے غلط خط لکھا ہے آپ ان کی تردید کر دیں۔ بہرحال بہت سوچا سمجھا۔ ہم کس کو جھوٹا اور کس کو سچا سمجھیں۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے یہ بہت بری بات ہے۔ اپنے ذاتی مفاد کے لئے اپنے طبقہ کو بدنام کرنا درست نہیں ہے اور ہم دونوں حضرات کی خدمت میں گذارش کریں گے کہ دین کے کام میں رکاوٹ بننے سے گریز کریں۔ (مدیر)

جامعہ عربیہ اشرف المدارس

لائلپور کا سالانہ جلسہ

مورخہ ۷، ۸، ۹ اپریل بمطابق ۴، ۵، ۶ ذی الحجہ بروز سہ شنبہ، جمعرات، جمعہ کو ہونا قرار پایا ہے۔ جس میں حسب سابق مذہب و ملت کے بلند پایہ مشائخ و علماء کرام خطاب فرمائیں گے۔ (احقر عبد الباری جالندھری ناظم تعلیمات)

فقہ حنفی کی تائید میں ایک علمی تحقیقی کاوش

نماز جنازہ کے بعد دعا نہیں

دس ہزار روپے سے اوپر کے انعامی چیلنج کے ساتھ سینکڑوں عنوانوں کے گرد گھومتی ہوئی کتاب سوا روپیہ منی آرڈر آنے پر روانہ ہوگی۔

مکتبہ رشیدیہ غلہ منڈی منٹگمری

بقیہ: جشن فرید

اتباع سنت، پیروی سلف، خدمت خلق، قناعت، توکل، سادگی، رحم، شفقت، مال و دولت سے بے نیازی، برائیوں سے اجتناب وغیرہ ایسی باتیں تھیں۔ جو عوام الناس کے لئے درس ہدایت کا کام دینے والی تھیں۔ اور ان کی تمام زندگی انہیں باتوں سے عبارت تھی۔ اس قسم کے جشن ان کی زندگی کے ان پہلوؤں کو تو قطعی عوام سے مخفی رکھتے ہیں۔ البتہ ان کے نام سے منسوب کر کے رقص و سرود کی قسم کی ان فحاشیوں کو نمایاں و عام کرتے رہتے ہیں۔ جنہیں زمانہ سابق کے نامستقیمین نے اختیار کیا۔ اور زمانہ حال کے دلدادگان تہذیب نو کی مجبور پسندیوں نے اپنایا۔ ان کے نیک ناموں کو بدنام کرنے کی یہ مہم کئی سالوں سے چل رہی ہے۔ سندھ اور پنجاب کے اور بزرگوں کے ناموں کے ساتھ بھی یہ کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ خواجہ غلام فرید کی عالمانہ و درویشانہ زندگی ان لغویات سے پاک اور بہت بلند تھی۔ ان سے نسبت و ارادت رکھنے والے لوگوں کو چاہیئے۔ کہ وہ ان سے منسوب ایسے کاموں کے اظہار سے روکیں اور ان کی زندگی کی صفات عالیہ کی عوام میں اشاعت عام کی کوشش کریں۔ یہ خطرناک رسم بڑھتی جا رہی ہے۔ جو ہر برائی کو اس ملک میں بزرگان سلف کے نام سے عام کرنے کا ذریعہ بن جائیگی شاطر لوگ اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں مستقبل کی مسلمان نسل دین و اخلاق سے قطعی عاری دور ہو جائے گی۔ اور پھر اس کی تلافی کسی طرح ممکن نہیں ہو سکے گی (ک)

بقیہ: حق و باطل کی تنظیموں میں فرق

اور حق کو حق اور باطل کو باطل جان سکتا ہے۔ ہر زمانہ میں یہ صورت حال پیش آتی رہی ہے۔ اور ہمارے زمانہ میں بھی اسلام کے نام پر جو تنظیمیں اور جماعتیں قائم ہوئیں۔ اور دین و ملت کی خدمت کے دعوے کے ساتھ جو شخصیتیں نمودار ہوئیں۔ ان کے درمیان حق و باطل سے وابستگی کا فرق جاننے کے لئے اس پیمانہ کے ذریعہ یہ جاننا اور سمجھا جا سکتا ہے کہ سچائی کس کی جانب ہے محض اپنی مظلومیت کا واسطہ دے کر اپنے دعووں کو بلند بانگ بنا کر اور اپنے حالات و واقعات کو انبیاء و مصلحین و مجددین کے حالات و واقعات سے مماثل بتا کر حق پرستی کا دعویٰ ایک ڈھونگ یا فریب سے زیادہ کچھ نہیں۔ اگر تغیرات وقت کی آلودگیوں سے اس کا دامن پاک و صاف نہیں ہے (ک)

جماعت اسلامی

روزنامہ امروز لاہور کی ۱۹ مارچ ۱۹۶۵ء کی اشاعت میں حرف و حکایت کے عنوان کے تحت کالم نویس نے جماعت اسلامی کو خطاب کیا ہے۔ جسے ہم بلا تبصرہ شائع کر رہے ہیں

محترمہ و مکرمہ جماعت اسلامی صاحبہ۔ سلام مسنون!

اخباروں میں آپ کا پہلا پنج سالہ منصوبہ نظر سے گذرا تو ایسا محسوس ہوا جیسے عید کے بہت سے چاند ایک دم نکل پڑے ہیں۔ شروع میں یہ ذرا سا تردد ہوا کہ منصوبہ "پنج سالہ" ہے یا "پنج صالح" مگر متن پڑھ کر واضح ہوا کہ دونوں ہے۔ یعنی پانچ سال کا منصوبہ ہے۔ زیادہ سے زیادہ چار پانچ صالحین نے اسے سوچا ہے۔ اور وہی اسے ۱۹۷۰ء تک مکمل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ فقیر کو یہ منصوبہ پڑھ کر یک گونہ اطمینان ہوا۔ کیونکہ بظاہر آپ وہی منصب ادا کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں جو آپ کے وجود کی بنیاد ہے اور جسے طاق پر رکھ کر آپ نے سیاست بازی شروع کر دی ہے۔

منصوبے سے مترشح ہوتا ہے کہ آپ کا گشتی شفاخانہ پھر سے گشت پر نکلنے والا ہے۔ یہ بڑا مفید کام ہے۔ ذرا سی ٹیکچر آئیوڈین اور اے پی سی کی چند پڑیوں کی مدد سے اگر آپ کے شعبۂ خدمت خلق کا بحال ہو سکتا ہے۔ تو گشتی شفاخانے میں فوراً پٹرول ڈلوائیے اور منصوبہ پر عملدرآمد شروع کر دیجئے۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ کا نام جو صدارتی انتخابات کے نتائج کے پہاڑ تلے دب گیا ہے، سڑک سڑک اور گلی گلی نظر آنے لگے گا۔ صبح و شام اگر شفاخانہ اچھرے سے راوی روڈ تک کی دو بار بھی گشت کر لے، تو اس سے مشتہر ہوگی۔ جتنی متحدہ محاذ کے مغربی پاکستان کے پارلیمانی بورڈ سے آپ کے ترک محبت سے بھی نہیں ہوئی تھی۔

محترمہ! آپ کا یہ پنج سالہ منصوبہ چار نکات پر مبنی ہے۔ حالانکہ پانچ نکات پر مبنی ہونا چاہیئے تھا حساب کتاب کے معاملے میں ایسی بے احتیاطی نہ کیا کیجئے۔ بہرحال پہلا بنیادی نکتہ ہے "تطہیر افکار اور تعمیر افکار"، حالانکہ تخلیق افکار کو اولین جگہ حاصل ہونا چاہیئے تھی۔ آپ پہلے کوئی فکر پیدا کریں گی۔ تو جبھی اس فکر کی تطہیر اور پھر تعمیر کر سکیں گی۔ البتہ یہ بھی خیال رہے کہ کہیں بعد میں آپ اسی فکر کی تردید نہ کر ڈالیں۔ ماضی میں آپ یہی کچھ کرتی رہی ہیں۔ اس لئے آپ سے لوگوں کو ڈر لگتا ہے۔ کہ کہیں پنج سالہ منصوبے کی صورت میں آپ یہ چسکہ تو نہیں چلائیں گی۔ کہ پہلے تخلیق افکار کی، پھر تطہیر افکار کی، اس کے بعد تعمیر افکار کی مگر آخر میں ترمیم افکار اور پھر تردید افکار کر دی۔ اور یوں جہاں سے چلی تھیں، وہیں پہنچ گئیں۔ اور زمین کی گولائی کا ایک اور ثبوت مہیا کر دیا!

دوسرا نکتہ "صالح افراد کی تلاش، تنظیم اور تربیت" ہے۔ اور یہ نہائت مشکل کام ہے۔ آپ جانتی ہیں۔ آج کل صالح لوگ بہت کم ملتے ہیں اور اگر مل بھی جائیں، تو آپ کی مشکل یہ ہے کہ اگر کسی نے آپ سے صالحیت کی سنہری سند حاصل کی مگر آپ کے کسی طرز عمل کے بارے میں کوئی شکایت کر بیٹھا، تو وہ ایک دم غیر صالح ہو کر رہ جائے گا۔ ملاوٹ کی اس دنیا میں صالح آدمیوں کی تلاش آپ اس وقت شروع کر سکتی ہیں۔ جب آپ کو صالح آٹا، صالح دودھ، صالح گھی وغیرہ کی پرکھ کا ملکہ حاصل ہو جائے۔ یہ ہم نے اس لئے عرض کیا ہے کہ آدمی تو آٹے دودھ اور گھی سے کہیں زیادہ گہری، الجھی ہوئی اور پُر اسرار چیز ہے۔ اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ خود آپ بڑی پُر اسرار چیز ہیں۔ اور آج تک یہ معلوم نہ ہو سکا، کہ آپ کیا چاہتی ہیں۔ پاکستان کا اقتدار یا اہل پاکستان کی بلندئ کردار؟

تیسرے اور چوتھے نکات "اجتماعی اصلاح اور نظام حکومت کی اصلاح" پر مشتمل ہیں۔ مگر کاش آپ ان اصلاحوں سے پہلے خود اپنی اصلاح پر آمادہ ہو سکتیں۔ آپ کی اصلاح کا ایک نسخہ کچھ عرصہ پہلے مولانا امین احسن اصلاحی اور ایک اور نسخہ حال ہی میں مولانا کوثر نیازی نے تجویز کیا ہے۔ خود ہم نے گزشتہ بارہ برس میں آپ کی اصلاح کے جو ٹوٹکے بتائے۔ ان کا اگر مجموعہ مرتب کیا جائے تو ہمیں توقع ہے کہ اسے طبی اداروں کے نصاب میں جگہ مل جائے گی۔ سو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ع

تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

میلا کچیلا رہنے والا اگر دوسروں کو پاک و صاف رہنے کی تلقین کرے گا۔ تو اس کی کون سنے گا۔ جب تک کہ ناصح کے قول و عمل میں توازن پیدا نہیں ہوتا، گنہگار زیادہ سے زیادہ یہی کریں گے، کہ اس کے پند و نصائح پر ہنسیں گے۔

دینی مدارس

مدرسہ حنفیہ رحیمیہ تعلیم القرآن

شکرگڑھ میں قطب زماں شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں مدرسہ حنفیہ رحیمیہ تعلیم القرآن درس و تدریس کا کام کرتا ہے۔ اس ادارہ میں قرآن مجید حفظ و ناظرہ کے علاوہ ابتدائی دینیات کا بھی انتظام ہے۔ دین پسند حضرات سے درخواست ہے کہ اس صدقہ جاریہ میں حصہ لیں اور اپنے بچوں کو مدرسہ میں داخل کرائیں۔

(عبدالرحیم صدیقی ناظم مدرسہ حنفیہ رحیمیہ تعلیم القرآن
پوک بخاری شکرگڑھ)

اعلان جلسہ

مدرسہ عربی اشاعت العلوم رفیق العلماء جامع مسجد چشتیاں ضلع بہاولنگر کا جلسہ تقریباً بارہ سال کے بعد مورخہ ۲۹، ۳۰، ۳۱ مارچ ۱۹۶۵ء بروز پیر، منگل بدھ کو منعقد ہو رہا ہے۔ جس میں مندرجہ ذیل مشاہیر علماء تشریف لا رہے ہیں۔ مولانا خیر محمد صاحب ملتان۔ مولانا محمد علی صاحب ملتان۔ مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی و دیگر علماء کرام شرکت کریں گے۔

مدرسہ عربیہ مظاہر العلوم کوٹ ادو کا سالانہ جلسہ

مدرسہ عربیہ مظاہر العلوم کوٹ ادو کا سالانہ جلسہ مورخہ ۲-۳ اپریل بروز جمعہ و ہفتہ منعقد ہو رہا ہے۔ جس میں مولانا خیر محمد صاحب مفتی محمود صاحب مولانا عبدالستار صاحب تونسوی، مولانا دوست محمد قریشی مولانا نورالحسن بخاری وغیرہم بلند پایہ اکابر و علما شرکت فرما رہے ہیں

(محمد عبدالجلیل انصاری ناظم مدرسہ مظاہر العلوم)

جلسہ

مجلس مرکزیہ حزب الانصار کا ۲۵ واں سالانہ تبلیغی جلسہ مورخہ ۹، ۱۰، ۱۱ اپریل ۱۹۶۵ء بروز جمعہ ہفتہ، اتوار کو ہونا قرار پایا ہے۔ جس میں پاکستان کے نامور و مقتدر علمائے کرام و مشائخ عظام شرکت فرمائیں گے شائقین ان تاریخوں پر شامل اجلاس ہو کر ثواب دارین حاصل کریں۔ (ناظم جلسہ)

خدمات خطابت پیش ہیں

ایک عالم دین جو کہ دارالعلوم دیوبند سے فارغ شدہ ہیں۔ دورۂ حدیث کی تکمیل حضرت مولانا حسین احمد مدنی سے کی ہے۔ خطابت، امامت، درس قرآن و حدیث اور تدریس قرآن کا کئی سالہ وسیع تجربہ ہے۔ اپنی خدمات پیش کرتے ہیں۔ مزید معلومات کے لئے خط و کتابت فرمائیں۔

معرفت حافظ محمد شریف حافظ اسٹور حکیم فتح محمد سیمانی روڈ بنی حادلین۔ کراچی ۱۱

Phone No: 67715

Regd. L. No. 7132

WEEKLY TARJUMAN-E-ISLAM

Owner: Dr. LAHORE

Price 12 paise

Vol. No. 8 | ۲۶ مارچ ۱۹۶۵ء | ۲۲ ذیقعد ۱۳۸۴ھ | No 13

ہندوستان کے نائب صدر کا قابل تقلید عمل

(از صدق جدید)

> آج ہم دو چار ڈگریاں حاصل کر کے یا کوئی عہدہ مل جانے یا چار پیسے آجانے سے کس طرح دین سے بیگانے ہو جاتے ہیں۔ یہ عمل ہمارے لئے سرمۂ بصیرت بنانے کے قابل ہے۔

اسی فروری کی ۲۱ تاریخ ہے اور مشرقی یوپی کے ایک چھوٹے سے مگر اہم، بہ قامت کہتر بہ قیمت بہتر شہر میں دارالمصنفین یا شبلی اکیڈمی کی پنجاہ سالہ جوبلی دھوم دھام سے منائی جا رہی ہے۔ مجمع خواص و عوام دونوں کا ہے اور مغرب کے وقت ۱۰۰ سے کئی مسجد نمازیوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی ہے۔ خصوصی اور اخص خواص مہمانوں کے پر تکلف کیمپ، احاطہ دارالمصنفین سے باہر، احاطہ شبلی کالج کے مشرقی حصہ میں تھے۔ مسجد سے اچھے خاصے فاصلے پر، اور مہمان خصوصی ڈاکٹر ذاکر حسین خاں کا شام کا پروگرام شبلی کالج ہی کے تقریبات کے لئے وقف ہے۔ نماز مغرب اذان و اقامت کے بعد مسجد میں اپنے وقت پر شروع ہوئی، اور تیسری رکعت بھی قریب ختم ہے کہ بھاگم بھاگ ایک موٹر دروازہ پر آکر رکتی ہے۔ موٹر نشین لپک کر مسجد کے اندر آجاتا ہے۔ جگہ اگہاں بالکل پائیں مسجد میں جہاں نمازی اپنے جوتے اتارتے ہیں۔ اور جہاں مسجد کی نہ دری ہے۔ نہ چٹائی ہے۔ وہاں جوں توں یہ نمازی اپنے لئے جگہ نکال لیتا ہے۔ اور وہیں شریک جماعت ہو جاتا ہے۔ امام و جماعت کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی بقیہ نماز پوری کرتا ہے۔ اور فرض کے بعد کچھ اور بھی پڑھ پڑھا کر رخصت ہو جاتا ہے اس حال میں کہ نمازیوں کا ایک ٹھٹ اس کے گرد کھڑا ہوا اسے دیکھ رہا ہے۔ اس صف فعال کے نمازی کو آپ نے پہچانا۔

یہ وہی مہمان عزیز ہے، جو جوبلی کی رات کو دلہا تھا۔ جمہوریہ ہند کا نائب صدر جس کی خاطر جشن طلائی کا یہ سارا کروفر تھا جس کی پیشوائی ابھی دوپہر ہی کو کس دھوم دھام سے ہو چکی تھی۔ گارڈ آف آنر سلامی دے چکا تھا اور جس کی جان عزیز کی حفاظت اور سلامتی کے لئے پولیس اور خفیہ پولیس قدم قدم پر تعینات تھی۔ اور جس کی خدمت کے لئے ضلع کے کلکٹر اور پولیس کپتان، ادنیٰ اہلکاروں کی طرح دوڑے دوڑے پھر رہے تھے۔ یہ تھی نظام اسلامی کی اس گئی گذری حالت میں بھی ایک ہلکی سی جھلک اور ایک عملی تفسیر اس مشہور شعر کی ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ رہا بندہ کوئی اور نہ کوئی بندہ نواز

— خاموش تبلیغ کی ایک موثر صورت۔ ایمان کے کمزوروں کو قوت بخشنے والی۔ ایمان والوں کا دل بڑھانے والی اور غیر مسلموں کے دل میں اتر جانے والی اور دین کا مبلغ اس رنگ میں شاہ و گدا، امیر و فقیر، عالم و عامی، سپاہی اور تاجر، پہلوان اور کھلاڑی ایک ایک کلمہ گو ہو سکتا ہے۔

سالانہ جلسہ

مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار کوچہ کندیگراں لاہور کا ساتواں سالانہ جلسہ بسلسلہ تقسیم اسناد مورخہ یکم ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۴ اپریل ۱۹۶۵ء بروز اتوار منعقد ہوگا۔

مشاورتی کونسل کو مبارکباد

یوم الجمعہ کے عظیم اجتماع سے بمقام چاٹگانی مولانا عبدالکریم مہتمم دارالعلوم رحمانیہ نے پچھلے تمام ایکشنی مرحلوں پر بصیرت افروز تقریر کرتے ہوئے عوام کو جمعیۃ میں شرکت کی اپیل کی اور دعوے سے گرج کر فرمایا کہ ماضی قریب میں اسلام کی لاش اور شریعت کی پاس خاطری صرف جمعیۃ علماء اسلام نے کی ہے اور مندرجہ ذیل قراردادیں پاس کیں

(۱) یہ عظیم اجتماع اسلامی مشاورتی کونسل کو مبارکباد کہہ کر اسمبلی سے مطالبہ کرتا ہے کہ جن امور کو اسلامی کونسل نے حرام قرار دیا ہے۔ اور جن کی شرعی سزا بھی مقرر کی ہے ان کو جلد تر نافذ کیا جائے۔ اور مولوی فضل الرحمان جیسی لادینی شخصیت کو اسلامی کونسل سے الگ کیا جائے۔ جس نے بیئر (شراب) کو حلال قرار دیا ہے۔

(۲) یہ اجلاس مولانا مفتی محمود صاحب کے اس اعلان کی تائید کرتا ہے کہ حکومت ہماری بہن اور بیٹیوں کی عزت بچانے کے لئے جہاد کشمیر کا اعلان کرے۔ آج بھی محمد ابن قاسم جیسے غیور مسلمان موجود ہیں اور بھارت کا اب یہ وحشیانہ کردار برداشت نہیں کیا جا سکتا

(۳) یہ اجلاس صدر ایوب اور گورنر مغربی پاکستان سے اپیل کرتا ہے کہ آپ اسلامی بہادری کے ساتھ بھارت کو چیلنج کر دیں کہ مساجد و دیگر اسلامی شعار کی گستاخی کا عزم چھوڑے وگرنہ مسلمان اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کا دریغ نہ کریں گے۔

(۴) یہ اجلاس کوثر نیازی کے استعفا اور اظہار حقیقت کا خیر مقدم کرتا ہے۔ کہ آج کی تاشقند میں اپنی سابقہ پالیسی سے انحراف گویا کہ طعنہ بازی کی برسات کو دعوت ہے اب کوثر نیازی صاحب و دیگر حضرات سے مخلصانہ اپیل ہے۔ کہ آپ نے اس دور میں جن حالات کا مشاہدہ کیا۔ اس کے پیش نظر جمعیۃ علماء اسلام کے ساتھ تعاون ضروری ہے۔ کیونکہ اسلام اور شریعت کی لاج صرف اسی ہی جماعت نے رکھی تھی۔ ہاں سابق تلخ کلامیوں اور باتوں کو آڑ نہ بنایا جائے جبکہ مقصود صرف خدمت اسلام ہے۔ جماعتی زندگی انفرادی سے بدرجہا افضل ہے

(محمد انور متعلم احیاء العلوم ظاہر پیر تحصیل خان پور ضلع رحیم یار خان)

سنہ ہجری پر معلوماتی کتاب

جمعیۃ ہجری کی جانب سے انشاء اللہ محرم کے آغاز سے قبل ہی ایک کتاب شائع کی جائیگی تمام شعراء کرام اور مضمون نگار حضرات سے درخواست ہے کہ وہ اپنی اپنی نگارشات مندرجہ ذیل پتہ پر بھیجکر شکریہ فرمائیں۔ ذاکر اعلیٰ جمعیۃ تحفظ سنت متصل مدرسہ تعلیم الفرقان چاکیواڑہ کراچی

جدید ایڈیشن

خوشنما عکسی قرآن مجید مترجم و منقح

ترجمہ از مولانا محمد الحسن تفسیر علامہ شبیر احمد عثمانی

بر نظر صحت و نفاست و دلکش طباعت و زیبائش دو رنگی عکسی تالاکوں سے طبع شدہ حاشیہ و متن پر دلکش بیل سبز ... قیمت دوم۔ عام سفید کاغذ ایک ... عکسی طباعت ... کی منظور استنزی ... جلد ہدیہ صرف دس روپے علاوہ محصول ڈاک

مکتبہ نورانی (ناشران قرآن مجید) اچھرہ لاہور

ضرورت قاری صاحب

ایک تجربہ کار قاری صاحب جو کہ حافظ بھی ہوں مدرسہ کے لئے ضرورت ہے۔ جو کہ حفظ و ناظرہ کے طالب علموں کو پڑھانے کا کام سرانجام دے سکے۔ خواہشمند حضرات جلد از جلد بذریعہ خط معلومات حاصل کریں۔

پتہ:۔ محمد عبدالغفور مہتمم مدرسہ عربیہ مدنیہ تعلیم الاسلام عزت آباد چک ۲۳/۱۰ ڈاک خانہ کچا کھوہ تحصیل خانیوال ضلع ملتان

Scanned with CamScanner